ڈاکٹر محمد عمر فاروق

ضیاء الحق اور موجودہ حکمران

حالات کی بے رحم خزاں چمن کو بے طرح تاخت و تاراج کرتی جارہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بہاروں کو گلستاں سے گئے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ ویرانی کی اِن نامبارک ساعتوں میں آج نجانے کیوں؟ اس شخص کی یادیں بار بار بادِ بہاری کے روح پرور اور جاں فزا جھونکوں کی طرح قلب وجاں کو سکون وراحت بخشنے لگی ہیں۔ جسے اپنے عہد میں کچھ لوگوں نے ڈکٹیٹر اور غاصب کے القاب سے نوازا اور دوسری طرف عوام کی ایک بڑی تعداد اسے آج بھی اپنے دل کے قریب پاتی ہے۔

ضیاء الحق اپنے پیشرو حکمرانوں کی طرح کا ہی ایک حکمران تھا، لیکن عہدِ موجود کے حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کے پیش نظر وہ آج بھی اپنی مخصوص ڈھب اور وضع قطع میں منفرد اور امتیازی حکمران کے طور پر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ جس کا کردار وعمل آج کے اربابِ اختیار کے طرزِ عمل سے ہزار درجہ فائق محسوس ہوتا ہے۔

پی این اے کی تحریک کے نتیجے میں بھٹو حکومت کو ضیاء الحق کے مارشل لا نے ختم کر دیا اور وہ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملکی اقتدار کے مالک بن گئے۔ بعد ازاں وہ صدر مملکت بنے اور مجموعی طور پر گیارہ سال تک مسندِ اقتدار پر براجمان رہے۔ ضیاء الحق کو حکومت میں آنے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد داخلی امور کے علاوہ خارجی سطح پر بھی بہت بڑے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے داخلی استحکام قائم کیا۔ جبکہ انہیں خارجی سطح پر افغانستان پر روسی جارحیت کے اثرات سے پاکستان کی سلامتی کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے شدید صبر آزما مراحل اور جاں گسل مشکلات سے گزرنا پڑا۔ ایک جانب روس کے توسیع پسندانہ عزائم تھے اور دوسری طرف امریکہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے پاکستان کو اپنی آماجگاہ بنانے کے لیے سازشوں کے جال بُن رہا تھا۔ یہ نازک حالات جذباتی فیصلوں کی بجائے اربابِ حکومت کی بصیرت اور تدبر کا امتحان تھے۔ ضیاء الحق نے اپنے رفقاء کے ساتھ گہری مشاورت کے بعد وہ تاریخ ساز اقدامات کیے کہ جن کے دور رس نتائج پر دنیا آج بھی انگشت بدنداں ہے۔

ضیاء الحق مرحوم نے افغان مجاہدین کی اخلاقی حمایت کا اعلان کیا۔ روسی درندگی کے ہاتھوں ہجرت کر کے پاکستان آنے والے افغان مہاجرین کی میزبانی کے انتظامات کیے۔ ضیاء الحق نے کسی بھی سُپر پاور کو خاطر میں لائے بغیر افغان مجاہدین کی ہر سطح پر امداد کا یہ اعلان اس وقت کیا، جب افغان مجاہدین بغیر کسی بیرونی امداد اور سہارے کے، محض اللہ کے توکل پر اپنی ناتواں جانوں کے ساتھ سرخ عفریت کے سامنے سینہ سپر تھے۔ اور امریکہ بھی ابھی تک دور سے ہی حالات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرنے میں مصروف تھا۔ ضیاء الحق کے ان اعلانات نے بظاہر پاکستان کے لیے خطرات

کے دروازے کھول دیئے۔ سوویت یونین پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی دھمکیاں دینے لگا اور اس موقع پر جب امریکہ کو روس کے مقابلے میں پاکستان کا کھل کر ساتھ دینا چاہیے تھا، امریکہ نے تماشائی بن کر خاموشی اختیار کر لی، لیکن وقت آنے پر دنیا نے دیکھا کہ بالآخر امریکہ کو افغان مجاہدین کی مدد کرنا پڑی، اسے روس کے گرم پانیوں تک پہنچنے کے ارادوں کے روکنے کے لیے خطّے میں پاکستان کی اہمیت و کردار کو تسلیم کرنا پڑا۔ یہ افغانیوں کا جذبۂ جہاد اور ضیاء الحق کا دوٹوک مؤقف اور مضبوط کردار ہی تھا کہ جس نے روس جیسی ایک سُپر پاور کو افغانستان نے اپنے زخم چاٹتے ہوئے واپس جانے پر مجبور کر دیا اور دوسری سپر پاور امریکہ کو اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت سے شدید خطرات لاحق ہوئے۔

صدر ضیاء الحق کے دور کا موجودہ حکمرانوں کے عہد سے موازنہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ نائن الیون کے واقعہ کے بعد امریکیوں کی ایک فون کال پر اہلِ اقتدار ڈھیر ہو گئے اور ذاتی مفادات کی قیمت پر وہ افغانستان کے طالبان مجاہدین اور اپنے مسلمان افغان بھائیوں کے قتل عام کے لیے امریکی سامراج کا دست و بازو بن گئے، جہاں سے حوصلہ پا کر خونخوار امریکی درندے عراق پر چڑھ دوڑے اور مشرقِ وسطیٰ میں پاؤں جما کر بیٹھ گئے۔ پھر امریکہ نے پرویز مشرف کے نعرے ''سب سے پہلے پاکستان'' کی تکمیل کے لیے پہلے محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر اپنا وار کیا۔ ذلت آمیز مراحل سے گزار کر انہیں اذیت ناک قیدِ تنہائی میں ڈال دیا۔ پھر باجوڑ اور دیگر قبائلی علاقوں میں اندھا دھند بمباری سے محبِّ وطن پاکستانیوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ فضائی اور زمینی سرحدی خلاف ورزیاں روز کا معمول بن گئیں۔ قبائلی علاقوں میں پاک فوج کو قبائلیوں کے مقابل لا کھڑا کیا گیا اور اس طرح اب اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف صف آرائی کر کے ملک میں خانہ جنگی کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ حکمرانوں نے امریکی غلامی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کے خونِ ناحق سے لال مسجد کو لالہ زار کیا اور سفّاک بش سے دادِ عیش وصول کی۔

ایک طرف صدر ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکنے کے لیے ''امتناعِ قادیانیت آرڈیننس'' جاری کیا تو پرویز مشرف کی حکومت نے برطانیہ کی خوشنودی کے لیے آئینِ پاکستان ہی کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے جناب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے لکھی جانے والی غیر متنازعہ اسلامی کتابوں پر پابندی لگا دی اور منکرینِ ختم نبوت قادیانیوں کو بے لگام کر کے سِکّہ بند قادیانی مشیروں کی ایک کھیپ کو اپنے گرد جمع کر لیا۔

ضیاء الحق نے رسالت کے سدباب کے لیے ایک آئینی ترمیم ۲۹۵ سی کے ذریعے قانون توہینِ رسالت کو نافذ کیا، مگر موجودہ حکمرانوں نے امریکہ کے ایما پر اس قانون میں تحریف و تبدل کر کے عملاً اسے غیر مؤثر کر دیا۔ جس کے نتیجہ ہے کہ آج بدبخت شاتمانِ رسول تعزیر سے بے پروا اور کسی بھی خوف سے آزاد ہیں۔ فوجی وردی کے خلاف بولنا جرم اور توہینِ رسالت کا ارتکاب آسان ہے۔

حدود کا قانون بھی ضیاء الحق کے نامۂ اعمال کا ایک روشن باب تھا، جسے اب روشن خیالوں نے یکسر تبدیل کر کے

خواتین کے حقوق کے نام پر بدکاری کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کا ارتکاب کیا ہے۔

ضیاء دور میں علماء اور دینی مدارس کی بھرپور سرپرستی کی گئی اور معاشرہ میں ان کے مقام کو بحال کرنے کی مساعی بروئے کار لائی گئیں، مگر اعتدال پسندی کے پردے میں اب امریکہ نوازوں نے دینی مدارس اور علماء کرام کے وجود کو مٹانے کا عزم کر رکھا ہے۔ دہشت گردی کے عنوان سے مدارس اور علما کے گھروں پر چھاپے، گرفتاریاں اور سزائیں روز کا معمول بن چکی ہیں

جہادِ افغانستان کی برکت سے اس گئے گزرے دور میں جہاد کی بھولی بسری سُنت زندہ ہوئی اور دنیا بھر سے مسلمانوں نے اس جہاد میں جی بھر کے شرکت کی۔ وہ شہادت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور انہوں نے شجاعت و دلاوری کی ناقابل یقین داستانیں بھی رقم کیں، مگر پرویزی عہد میں انکل سام کے احکامات کی بجا آوری میں مجاہد کو دہشت گرد اور جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کر کے گوانتا ناموبے کے جزیرے بے دست و پا مجاہدین سے آباد کیے گئے۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اسلام مظلوم و مقہور ہو کر رہ گیا۔ اسلام کا نام لینا ہی جرم ٹھہرا ہے۔ ضیاء الحق کا دور بعض حوالوں سے کتنا ہی قابل اعتراض کیوں نہ ہو، مگر لمحہ موجود میں اقتدار پر مسلّط ناعاقبت اندیش کارندوں کی خرمستیوں کو دیکھتے ہوئے ضیاء الحق کے عہدِ حکومت کے کئی روشن دینی و سیاسی کارنامے ازخود تاریخ کے دامن پر جگمگاتے ہوئے دکھائی دینے لگتے ہیں اور دل بزبان شاعر پکار اٹھتا ہے کہ ؎

راہِ وفا میں کوئی بھی آیا نہ تیرے بعد
اک خاک اڑ رہی تھی، جہاں بھی نظر گئی

☆☆☆

قارئین توجہ فرمائیں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔ جن قارئین کا سالانہ زرِ تعاون جولائی ۲۰۰۷ء اگست، اور ستمبر ۲۰۰۷ء میں ختم ہو رہا ہے۔ براہِ کرم اسی ماہ میں ہی اپنا سالانہ زرِ تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرمادیں۔ (سرکولیشن منیجر)